بانی: حضرت اقدس مولانا **شاہ سعید احمد** رائے پوریؒ مسند نشین رابع خانقاہ عالیہ رحیمیہ رائے پور

مدیرِ اعلیٰ: حضرت اقدس مولانا مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری جانشین حضرت اقدس رائے پوری رابعؒ

شریعت، طریقت اور اجتماعیت پر مبنی دینی شعور کا نقیب

ماہنامہ

رحیمیہ لاہور

دسمبر 2018ء / ربیع الاوّل، ربیع الثانی 1440ھ جلد نمبر 10، شمارہ نمبر 12

قیمت: 20 روپے سالانہ ممبرشپ: 200 روپے تین سالہ ممبرشپ: 500 روپے

مجلس ادارت

سرپرست: ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن

صدر: مفتی عبدالمتین نعمانی

مدیر: محمد عباس شاد

فہرست مضامین

- منافق سرداروں کی گمراہی کی مثال
- صرف اسلام کا نام کافی نہیں
- اُمّ المومنین حضرت اُمِّ حبیبہ رضی اللہ عنہا
- ''رحیمیہ'' لاہور کے دس سال
- جدوجہد کا سلیقہ اور تحریکات کی صورت گری
- ارتفاقِ دوم؛ فنِ معاشیات اور اُس کے تقاضے
- خلافتِ راشدہ کے دور میں مذہبی آزادی
- ہمارے خاندانی اُثاثے
- مسئلہ شام؛ چار ملکی سربراہ اجلاس
- جُمعہ کا دن؛ اجتماعیت کی اہمیت کا مظہر
- حُسنِ سلوک اور صلہ رحمی
- کاروباری اجتماعیت کے اصول
- ٹیکس صرف مال داروں سے لیا جائے
- عالم کبیر شیخ محمد عاشق پھلتیؒ
- سیرت کانفرنس گورنمنٹ کالج یونیورسٹی لاہور
- افتتاحی کلاس ''حُجَّةُ اللّٰہِ الْبَالِغَہ'' راولپنڈی، جھنگ
- حضرت حاجی عبدالوہاب خاںؒ کا سانحۂ ارتحال
- دینی مسائل

ارشادِ گرامی

حضرت اقدس مولانا **شاہ عبدالقادر** رائے پوری قدس سرہ
مسند نشین ثانی
خانقاہ عالیہ رحیمیہ رائے پور

پوشاک سے متعلق ایک سوال پر حضرت والاؒ نے فرمایا کہ:

''اسلام نے کوئی خاص پوشاک مقرر نہیں کی، البتہ پوشاک میں بعض امور سے منع فرمایا ہے اور ستر پوشی کو لازم کیا ہے۔ تو جس پوشاک میں ستر پوشی ہو اور منہی عنہٗ (منع کیے ہوئے) امور نہ ہوں، وہ جائز ہے اور اپنے صالحین کا لباس اختیار کرنا افضل ہے۔

مثلاً ہندوستان میں جو لباس اہل اللہ نے اختیار کر رکھا ہے، نہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے نہ اہلِ عرب کا، ہندوستان کا قومی اور ملکی لباس ہے۔ تو جو چیز اس میں صلحا اختیار کرلیں، وہ اَوروں کے لیے قابلِ اختیار اور افضل ہوجاتا ہے۔''

(مجلس: ۲۲ر رمضان المبارک ۱۳۶۵ھ/ 20 راگست 1946ء۔ مقام: رائے پور)

(ارشادات حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، ص 160، طبع: رحیمیہ مطبوعات، لاہور)

رحیمیہ ہاؤس، 33/A کوئینز روڈ (شارع فاطمہ جناح) لاہور
0092-42-36307714,36369089-www.rahimia.org
Email: info@rahimia.org

رحیمیہ کا انگلش ایڈیشن ہماری ویب سائٹ پر پڑھا جاسکتا ہے۔

ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ ٹرسٹ لاہور

رقومات کی ترسیل بنام ''ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ ٹرسٹ لاہور'' اکاؤنٹ نمبر 0010030341820010 الائیڈ بینک مزنگ چونگی برانچ لاہور، برانچ کوڈ 0533

درسِ قرآن

تفسیر: شیخ التفسیر حضرت مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری

منافق سرداروں کی گمراہی کی مثال

مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا ۚ فَلَمَّا أَضَاءَتْ مَا حَوْلَهُ ذَهَبَ اللَّهُ بِنُورِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِي ظُلُمَاتٍ لَا يُبْصِرُونَ ۝ صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُونَ ۝ (2:18-17)

(ان کی مثال اُس شخص کی سی ہے، جس نے آگ جلائی۔ پھر جب روشن کردیا آگ نے اُس کے آس پاس کو، تو زائل کر دی اللہ نے ان کی روشنی، اور چھوڑا اُن کو اندھیروں میں کہ کچھ نہیں دیکھتے۔ بہرے ہیں، گونگے ہیں، اندھے ہیں، سو وہ نہیں لوٹیں گے۔)

گزشتہ آیات میں منافقین کی بہت سی بداعمالیوں اور بداَخلاقیوں کا بیان تھا۔ ان آیات سے منافقین کی گمراہی مثالوں سے سمجھائی جارہی ہیں۔ قرآن حکیم عام فہم انداز میں منافقین کے دلی امراض، اُن کی گمراہی اور بُرے اعمال کے نتائج کی نشان دہی کررہا ہے۔ پہلی مثال منافقین کے سرداروں کی دی جارہی ہے۔

مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا: منافقین کے سردار کی مثال ایسے ہی ہے کہ جیسے کسی شخص نے رات کے گھٹاٹوپ اندھیرے میں سردی سے بچنے اور راستہ دیکھنے کے لیے آگ جلائی۔ آگ کے بھڑکتے ہوئے الاؤ سے روشنی پھوٹ رہی ہے، جس نے اندھیرے میں اس شخص کے آگے بڑھنے کا راستہ روشن کردیا۔ ایسے ہی منافقین کے رہنماؤں کا حال ہے کہ وہ حضور ﷺ کی مدینہ منورہ آمد سے پہلے علمی، فکری اور عملی حوالے سے گھٹاٹوپ اندھیروں میں تھے۔ آپؐ کی وہاں آمد سے وباؤں اور مصیبتوں میں مبتلا ''یثرب'' اجتماعی اور تمدنی ترقی کا ایک اعلیٰ نمونہ ''مدینہ منورہ'' (روشن مدنیت) کی صورت اختیار کرگیا۔ اس ترقی اور کامیابی کو دیکھتے ہوئے ان منافق رہنماؤں نے بہ ظاہر ایمان کا نور قبول کرلیا۔ اس طرح اپنے اندھیرے دور کرنے کے لیے ایمان کی روشنی حاصل کی۔ اور اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرکے دنیاوی فائدے حاصل کیے۔

فَلَمَّا أَضَاءَتْ مَا حَوْلَهُ ذَهَبَ اللَّهُ بِنُورِهِمْ: جب اُس کے گرد و پیش کا ماحول نورِ ایمانی سے روشن اور منور ہوگیا، جس سے اُن کے سامنے دنیا اور آخرت کی بھلائی کا راستہ واضح ہوگیا۔ اس کے بعد ان کی مذکورہ بالا بداعمالیوں، دلی امراض اور منافقانہ کردار کے سبب اللہ نے اُن کی روشنی اور ایمانی نور کو ختم کرکے رکھ دیا۔ اس سے ان کا دنیا اور آخرت میں کامیابی کا راستہ گم ہوگیا اور اندھیری رات میں آگے بڑھنا ممکن نہیں رہا۔

وَتَرَكَهُمْ فِي ظُلُمَاتٍ لَا يُبْصِرُونَ: وہ رات کی اندھیریوں میں ایسی حالت میں کھڑے رہ گئے کہ اِردگرد کے ماحول میں انھیں کچھ دکھائی نہیں دے رہا اور نہ سجھائی دے رہا ہے۔ جیسے گھٹاٹوپ اندھیری رات میں آگ روشن کرنے والے آدمی کی آگ بجھ جائے تو اُسے کچھ نظر نہیں آتا۔ اُس کے آگے بڑھنے کا راستہ بند ہوجاتا ہے۔ وہ اگر اسی اندھیرے کی حالت میں چلنا شروع کرے تو اُس کے لیے سوائے خسارے کے اَور کچھ نہیں ہوتا۔ بعض اوقات اندھیرے میں کافی دیر رہنے کے بعد آنکھیں کچھ نہ کچھ دیکھنے کی عادی ہوجاتی ہیں، لیکن اچانک روشنی ختم ہونے کے بعد اندھیرا چھا جائے تو آنکھوں کو اپنے اِردگرد کے ماحول میں کچھ بھی دکھائی نہیں دیتا۔ یہی حالت ان منافقین کی ہے۔

صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُونَ: ان لوگوں کے ایمانی نور چلے جانے کا سبب یہ ہے کہ یہ لوگ بہرے ہیں، جو دُنیوی ترقی اور اُخروی کامیابی کی سچی بات نہیں سنتے۔ گونگے ہیں، جو جرأت کے ساتھ صحیح بات کہنے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ اندھے ہیں، جو اپنے گرد و پیش میں واقع ہونے ولی سچائی اور انسانیت کی کامیابی کو نہیں دیکھتے۔ جس آدمی میں یہ تینوں صلاحیتیں نہ ہوں، اس کا سیدھے راستے کی طرف لوٹنا ممکن نہیں ہوتا۔

کسی شخص کے لیے علمی اور عملی طور پر آگے بڑھنے کے تین ہی ذرائع ہوتے ہیں: کسی فکر و عمل کو کانوں سے سنے اور اُسے سمجھ کر اُس پر عمل کرے۔ سچی بات کو سننے اور سمجھنے کے بعد جرأت اور ہمت کے ساتھ لوگوں کے سامنے اس کا اظہار کرے۔ سچے فکر و عمل کے علمی اور عملی نتائج کو آنکھوں سے دیکھ کر انھیں تسلیم کرے اور اجتماعی کامیابی کا راستہ اختیار کرے۔ ان تینوں ذرائع اور صلاحیتوں سے کام لے کر صحیح اور سیدھا راستہ اختیار کیا جاسکتا ہے۔ ان منافق رہنماؤں کی خرابی یہ ہے کہ یہ بہ یک وقت ان تینوں ذرائع علم اور صلاحیتوں سے محروم ہیں۔ ان کی حالت یہ ہے کہ ان کے دلوں میں تکبر ہے، ان کے کان جاہ پرستی کی باتیں سننے کے عادی ہیں۔ ان کی زبان خواہشات و لذات کی اسیر ہے، ان کی زبان و بیان کی صلاحیتیں ایسے ہی پست کاموں میں خرچ ہورہی ہیں۔ ان کی آنکھیں دنیا کے ظاہری ذاتی مفادات اور دل فریبیوں میں کھوئی ہوئی ہیں۔ ان پر خواہشات کے پردے پڑے ہوئے ہیں۔ اس وَجہ سے دور تک دیکھنے کی صلاحیتوں سے محروم ہیں۔ یوں یہ نورِ ایمانی سے کما حقہ استفادہ کرنے کی اہلیت سے محروم ہیں۔

اس مثال میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبیَّ وغیرہ کی حالت کا نقشہ کھینچا ہے۔ وہ آپؐ کی مدینہ منورہ آمد سے پہلے اس علاقے کی سربراہی اور سرداری کی خواہش میں مبتلا تھا۔ قریب تھا کہ اُسے یثرب اور گرد و نواح کے قبائل اپنا سربراہ مان لیں۔ خود غرض، مفاد پرست اور لالچی لوگوں کا سربراہ بننا انسانیت پر بڑا ظلم ہوتا ہے۔ آپؐ جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپؐ نے گرد و پیش کے تمام قبائل کو عدل و انصاف، امن و امان اور معاشی خوش حالی کے بنیادی ایجنڈے پر متفق کرلیا اور ان قبائل سے سیاسی، معاشی اور سماجی حوالے سے اہمیت کا حامل ''میثاقِ مدینہ'' کرلیا۔ اس طرح آپؐ نے انسانی سوسائٹی کی ترقی کا ایک واضح اجتماعی راستہ متعین فرمایا، جو تمام افراد اور قبائل کے لیے یکساں طور پر افادیت کا حامل تھا۔ جب کہ منافقین کے یہ سردار جو راستہ اختیار کررہے تھے، وہ انفرادیت کا حامل، خود غرضی اور مفاد پرستی کا تھا۔ ایسے ماحول میں آپؐ کی اجتماعیت پر مبنی روشن تعلیمات نے مکہ مکرمہ کی انسان دشمن طاقت کو بدر کے موقع پر شکست دے کر اپنی طاقت و قوت منوالی تھی۔ اس پس منظر میں منافقین کے ان سرداروں نے بہ ظاہر ایمانی روشنی حاصل کی، لیکن اس کے باوجود منافقین پر لالچی طبیعت اور مفاد پرستی غالب رہی۔ انھوں نے نبی اکرمؐ کی قائم کردہ اجتماعی ترقی کے آوازۂ حق کو صحیح طور پر سننے، سمجھنے، دیکھنے اور اُس کے اظہار سے روگردانی کی۔ ایسی صورت میں ان کا سچائی کی طرف واپس لوٹ کر آنا ممکن نہیں رہا۔ اس لیے قرآن حکیم نے ان کی بداعمالیوں کا آخری نتیجہ سچائی کی طرف واپس لوٹنے سے محرومی کی صورت میں بیان کیا ہے۔

درسِ حدیث

از مولانا ڈاکٹر محمد ناصر، جھنگ

صرف اسلام کا نام کافی نہیں

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: ''یُوشَکُ اَنْ یَّاتِیَ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ: لَا یَبْقٰی مِنَ الْاِسْلَامِ اِلَّا اِسْمُہٗ. الخ'' (مشکوۃ المصابیح، حدیث نمبر 257)

(جلد ہی لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ اسلام کا صرف نام باقی رہ جائے گا اور قرآن صرف رسم کے طور پر باقی رہے گا۔)

اس حدیثِ مبارک میں رسول اکرم ﷺ نے آئندہ زمانے میں آنے والے مسلمانوں کی چند خرابیوں کا ذکر کیا ہے۔ ان میں سے پہلی بات یہ ارشاد فرمائی کہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ مسلمانوں میں اسلام کی حقیقت باقی نہیں رہے گی۔ اسلام کا صرف نام رہ جائے گا۔ اُس زمانے کے لوگ صرف نام کے مسلمان ہوں گے۔ وہ اپنے عمل و کردار اور اسلام کے تقاضوں کے مطابق زندگی گزارنے والے نہیں ہوں گے۔

رسول اللہؐ نے ایک مؤمن کے اسلام کا یہ تعارف کروایا ہے کہ وہ کامل تصورِ دین رکھتے ہوئے اللہ سے سچا تعلق قائم کرتا ہے۔ اللہ کے تعلق سے انسانی خدمت کے حوالے سے حریتِ فکر اور عدل وانصاف کی سوچ رکھتا ہے۔ وہ نہ ظلم کرتا ہے، نہ ظلم سہتا ہے اور نہ ظالم کی حمایت کرتا ہے۔ عدل وانصاف قائم کرتا ہے۔ انسان دوست، عدل ومساوات کا قائل اور اس کا حامی ہوتا ہے۔ دیانت، امانت، صداقت، عہد کا پابند اور تمام عمدہ اخلاق کا خوگر ہوتا ہے۔ اور ایسے لایعنی اُمور سے گریزاں ہوتا ہے، جو اسے دنیا یا آخرت میں کوئی فائدہ پہنچانے والی نہیں ہوتیں۔ وہ حضورؐ کے اسوۂ حسنہ کی اتباع کرتا ہے، جو اسے دنیا میں کامیاب کرتا ہے اور آخرت کی فوز وفلاح کا ضامن ہوتا ہے۔

آج ہماری حالت یہ ہے کہ ہم اسلام کا نام بڑی کثرت سے استعمال کرتے ہیں، یہاں تک کہ اسلام کے نام پر ملک بنانے کے بھی دعوے دار ہیں، لیکن اسلام جن اقدار اور اخلاق کو قائم کرنا چاہتا ہے، وہ ہمارے معاشرے میں موجود نہیں ہیں۔ ہماری انفرادی اور اجتماعی زندگی اسلام کے اخلاقِ عالیہ سے خالی ہے۔ دُنیوی کامیابی ہم سے کوسوں دور ہے۔ ظلم، ناانصافی، بدامنی، بدحالی، کرپشن اور سماجی برائیوں میں ہم دنیا کی صفِ اوّل میں ڈھٹائی سے کھڑے ہیں۔ فرقہ پرستانہ سوچ نے اسلام کا چہرہ داغ دار کر دیا ہے۔ ہم اغیار کی غلامی کی زندگی گزار رہے ہیں۔ بے حیائی کا کلچر عام ہے۔

کہیں ایسا تو نہیں کہ ہمارا زمانہ وہی ہو، جس کے بارے میں حضورؐ نے چودہ سو سال پہلے نشان دہی کی تھی کہ اسلام کا صرف نام باقی رہ جائے گا۔ آج ہمیں غور وفکر کرنا ہے کہ حقیقی اسلامی تعلیمات کی مغلوبیت کا سبب کیا ہے؟ ہم نام کے مسلمان کیوں ہیں؟ ہمیں حقیقی اسلامی تعلیمات کی طرف آنے کے لیے اپنے فکر وعمل کو درست کرنے کی ضرورت ہے۔ اس وقت ہمیں دین اسلام کے انقلابی فکر کی اساس پر مکمل سماجی تبدیلی کا نظریہ اپنانے کی ضرورت ہے، تاکہ ہم صرف نام کے نہیں بلکہ عملی مسلمان ہوں۔

صحابہؓ کا ایمان افروز کردار — مولانا قاضی محمد یوسف، حسن ابدال

اُمّ المؤمنین حضرت اُمِّ حبیبہ رضی اللہ عنہا

اُمّ المؤمنین حضرت اُمِ حبیبہؓ کا اصلی نام رملہ اور اُمِ حبیبہ کنیت ہے۔ بنواُمیہ کے سردار حضرت ابوسفیانؓ کی بیٹی، حضرت امیر معاویہؓ کی بہن اور حضرت عثمانؓ بن عفان کی حقیقی پھوپھی زاد بہن تھیں۔ آپؓ سے 56 احادیث روایت ہیں۔ حضرت اُمِ حبیبہؓ کو اللہ تعالیٰ نے ظاہری حُسن و جمال کے ساتھ باطنی کمالات سے بھی نوازا تھا۔ وہ اوّلین ایمان لانے والوں میں سے تھیں، حال آں کہ ان کے والد ابوسفیانؓ جو سرداران قریش میں سے تھے، فتح مکہ کے قریب ایمان لائے تھے۔ گھر کے دوسرے افراد دیر کے بعد مسلمان ہوئے۔ ایسے حالات میں آپؓ کا ابتدائی عہد ہی میں مشرف بہ اسلام ہو جانا، اپنے گھر کے لوگوں کی مخالفت کی پروا نہ کرنا، اسلام کی خاطر مکہ معظّمہ سے حبشہ کو ہجرت کر جانا، پہلے خاوند کے اسلام چھوڑنے کے بعد اپنے ایمان کو بچائے رکھنا اور دینِ اسلام پر ثابت قدم رہنا بڑی ہمت اور اولوالعزمی کی بات تھی، جب کہ پردیس میں صرف وہی شوہر ظاہری سہارا تھا۔

حضور اقدس ﷺ نے حضرت اُمِّ حبیبہؓ کی قدردانی و دل داری اور دوسرے اہم مصالح کے پیشِ نظر ان کو اپنے نکاح میں لے لینے کا ارادہ فرمایا اور شاہِ حبشہ نجاشی کے پاس قاصد بھیجا کہ اُمِ حبیبہؓ کو میری طرف سے نکاح کا پیغام دیا جائے، جو آپؓ نے منظور کر لیا۔ پھر نجاشی نے حبشہ ہی میں آپؓ کا نکاح رسول اللہ ﷺ سے کر دیا اور مہر بھی نقد چار ہزار دینار ادا کر دیا۔ حضرت ابوسفیانؓ جو کہ اس زمانے میں ابھی حالتِ کفر میں تھے اور حضورؐ کے دشمن تھے، مگر جب یہ اطلاع ملی کہ اُن کی صاحبزادی کا نکاح آں حضرتؐ سے ہو گیا ہے، اُسی وقت بے ساختہ اُن کی زبان پر جو کلمہ آیا، وہ یہ تھا کہ: ''یہ خبر تو خوشی کی خبر ہے۔ اس لیے کہ محمد (ﷺ) ان لوگوں میں سے نہیں ہیں، جن کے پیغام کو رد کیا جائے۔ لہٰذا یہ تو خوش قسمتی کی بات ہے کہ اُمِّ حبیبہ (رضی اللہ عنہا) وہاں چلی گئیں۔''

آپؓ نے اپنے والد ابوسفیانؓ کی وفات کی خبر پر خوشبو لگائی کہ خاوند کے علاوہ کسی عورت کے لیے تین دن سے زیادہ سوگ جائز نہیں، تاکہ اصل زندگی اور طاری احوال کے فرق کو سمجھا سکیں کہ غم کی صورتوں میں لوگ زندگی کی اہم حیثیتوں کو نظرانداز نہ کر دیں۔ اس نازک موڑ پر بھی آپؓ نے اُمت کی خواتین کو دین کی عملی رہنمائی فراہم کی۔

حضرت اُمِّ حبیبہؓ کی نجی وگھریلو مجالس بھی علمی وفکری ارتقا اور تجرباتی نوعیتوں پر مشتمل ہوتی تھیں۔ وہ اپنے اوقات کا استعمال بہت منظم انداز میں کرتی تھیں، تاکہ لوگوں کے سامنے نمونہ ہو کہ اہلِ علم وفکر کی مجالس میں حاضری بھی عقل وشعور کے حصول کا ذریعہ ہوتی ہے۔ دین پر استقامت کا حال یہ تھا کہ آپؓ سات سال مرضِ استحاضہ (خونی بواسیر) میں مبتلا رہیں اور ہر نماز کے وقت غسل کر کے نماز ادا فرماتیں۔ یہ غسل اگرچہ وجوبی نہ تھا، بلکہ بہ طور علاج، یا استحباباً وعادتِ نظافت کی وجہ سے تھا۔

حضرت اُمِّ حبیبہؓ کا انتقال اپنے بھائی حضرت امیر معاویہؓ کے زمانۂ خلافت (۴۴ھ/664ء) میں 73 سال کی عمر میں ہوا اور مدینہ منورہ میں دفن ہوئیں۔

www.rahimia.org

شذرات

”رحیمیہ“ لاہور کے دس سال

جنوری 2009ء کو ماہ نامہ ”رحیمیہ“ لاہور کا پہلا شمارہ شائع ہوا تھا۔ آج ہمارے ہاتھوں میں موجود 120 واں شمارہ ہے۔ یوں اس فکروشعور کے نمائندہ رسالے نے اپنے دس سال مکمل کرلیے ہیں، جو بہ توفیقِ باری تعالیٰ ممکن ہوا۔ بانیٔ محترم حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ کی دعاؤں، مدیرِ اعلیٰ، سرپرست وصدرِ مجلس کی توجہات اور رہنمائی میں اس ماہانہ رسالے کی ادارتی اور انتظامی ٹیموں نے جس لگن، ہمت اور مستقل مزاجی سے کام کیا ہے، اس کا حقیقی اجر تو ذاتِ باری تعالیٰ ہی دے سکتی ہے۔ ہماری دعا ہے اللہ تعالیٰ پوری ٹیم کو اپنی رضا اور خوشنودی سے نوازے۔

برعظیم ہندوپاک کی تاریخ گواہ ہے کہ اس کی سرزمین پر علمائے حق کے فکر کو جو بھی چیلنجز درپیش رہے ہیں، اس کا مقابلہ اور سدِباب اس مختصر سی جماعت نے اپنے محدود وسائل کے سبب خود ہی کیا ہے۔ اور اس میں وسائل کی بہتات سے لیس بین الاقوامی طاقتیں اہلِ حق کے اس نظریے کو شکست دینے میں ناکام رہی ہیں۔

اس فکری جنگ میں اس جماعت کی عہد بہ عہد قیادت کی طرف سے تحریر اور لٹریچر کا مرکزی کردار رہا ہے۔ حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ سے لے کر امام انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ تک اس جماعت کے قافلہ سالاروں نے اتنا وافر تحریری سرمایہ چھوڑا ہے، جو سامراجی نظاموں کے استحصالی ہتھکنڈوں اور نوآبادیاتی دور کے اثرات کو سمجھنے اور ولی اللّٰہی فکر کے عصری تقاضوں کو اُجاگر کرنے کے لیے نوجوان نسل کی مکمل رہنمائی کرتا ہے۔

جدید نوآبادیاتی دور کے بعد مغرب سے درآمد شدہ تعلیمی ڈھانچے نے ہمارے معاشروں کو ایک نئے چیلنج سے دوچار کیا، جس کے گہرے غلامانہ اثرات ہمارے فکر، معیشت اور سیاست پر آج بھی محسوس کیے جاسکتے ہیں۔ اس عہد میں اس نظریاتی سلسلے کے امین حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ نے نشر واشاعت کا جو سلسلہ قائم کیا تھا، الحمدللہ! آج وہ ”رحیمیہ“ لاہور، ”عزم“ شاہ ولی اللہ میڈیا فاؤنڈیشن ملتان اور ”شعور وآگہی“ لاہور جیسے ماہانہ دوماہی اور سہ ماہی رسائل اور مجلّات اس فرض کو بہ خوبی نباہ رہے ہیں۔ پاکستان میں گزشتہ دس سالوں کے سیاسی مدوجزر میں ماہ نامہ ”رحیمیہ“ نے اپنے بے لاگ تبصروں، بصیرت افروز مضامین، فکروخیال کو جلا بخشتے خطبات وبیانات کے ذریعے اپنی ایک منفرد شناخت قائم کی ہے۔ اس ڈیجیٹل اور ای بکس کے عہد میں جب رسائل کی پرنٹنگ گھٹ کر قلیل تعداد پر آ کر رُک گئی ہے، ایسے میں ”رحیمیہ“ اپنی پیپر پرنٹنگ کی قابلِ قدر تعداد کے ساتھ مسلسل آگے بڑھ رہا ہے، جو اس خطے میں ولی اللّٰہی فکر کی مقبولیت کی دلیل ہے۔

ہم نوجوان نسل کو یقین دلاتے ہیں کہ اس نظریاتی درماندگی اور فکری ژولیدگی میں یہ رسالہ اپنے اسلاف کے فکری تسلسل کے ساتھ وقت کے فکری ونظریاتی چیلنجز میں نہ صرف آپ کو ثابت قدم رکھے گا، بلکہ آپ اس کے تجزیوں اور تبصروں کی روشنی میں اپنے معاشرے کے لیے منارۂ نور ثابت ہوں گے۔ إنشاء اللّٰہ!

جدوجہد کا سلیقہ اور تحریکات کی صورت گری

نظریے اور نصب العین کے بغیر تحریکیں بے چہرہ ہوتی ہیں۔ نظریہ ہی وہ بنیادی عامل ہوتا ہے، جو کسی جماعت کے لیے وہ اساس فراہم کرتا ہے، جس پر جماعت کوئی قومی لائحۂ عمل تشکیل دے سکے۔ جماعتیں اپنے نظریات سے اور تحریکات اپنے نتائج سے پہچانی جاتی ہیں۔ آج کے دور میں تحریک چلانا اور پھر اسے پایۂ تکمیل تک پہچانا باقاعدہ ایک سائنس بن چکا ہے۔ تحریکوں کو بھٹکنے (de track) سے بچانا باشعور قیادت کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ کسی اعلیٰ مقصد کے لیے برپا تحریک کا آگ اور خون کے کھیل میں تبدیل ہوجانا نہ صرف قیادت کی ناکامی کہلاتا ہے، بلکہ اس سے تحریکوں کا رُخ موڑ دینے والی قوتوں کی دراندازی کی نشان دہی بھی ہوتی ہے۔ بسا اوقات بغیر کسی نظریے کے اُبھرتی ہوئی تحریکات حقیقی تحریکات ہی نہیں ہوتیں۔ انھیں تحریک کی شکل دے کر اس میں ہوا بھری جاتی ہے، تاکہ سماج میں اصل ایشوز پر بننے والے لاوے کو ان تحریکات کے سیفٹی والز کے ذریعے سے خارج کردیا جائے۔ ایسی کتنی ہی جعلی تحریکیں ہیں، جن کے بدنما داغ تاریخ کے چہرے پر ثبت ہیں۔ ایسی تحریکات کی حقیقت کو نہ سمجھنے والے خوش نما نعروں پر استعمال ہوجانے کے بعد ہمیں حالات کا ماتم کرتے نظر آتے ہیں۔

اس وقت ہمارے ملک میں بپا تحریکات کو اس تمہید کی روشنی میں دیکھنے اور پرکھنے کی ضرورت ہے۔ گزشتہ ستر سالوں میں یہاں جماعتوں اور تحریکات کا بنایا گیا ڈھانچہ اپنے انجام سے دوچار ہے۔ اور یہ پرانی عمارت اپنے ہی بوجھ تلے دبتی چلی جارہی ہے کہ یہ جماعتیں ایک تحریک کھڑی کرتی ہیں۔ قوم کو سڑکوں، چوراہوں پر لا کر آگ وخون کی فضا میں مرنے اور جینے کی سی صورتِ حال پیدا کردی جاتی ہے۔ اور پھر اچانک مطلع صاف ہوجاتا ہے۔ ابھی کل ہی کی بات ہے کہ سول بالادستی کی جنگ کے ہیرو کہاں ہیں؟ وہ جی ٹی روڈ کے ریلے، جنھوں نے اسٹیبلشمنٹ کو بہا کر لے جانا تھا، وہ سب کیا ہوئے؟ اس سے ذرا پیچھے چلے جایئے تو تحریکِ نظامِ مصطفیٰ اور پھر تحریکِ جہاد کے گونجتے زمزمے۔ ان سب تحریکات کے انجام کی کہانیاں آج کتابوں کی زینت ہیں، جس کا دل چاہے پڑھ لے۔ آج پھر ایک بار تحریکات کو مذہبی عنوانات دے کر قوم کو آگ اور خون میں دھکیلا جارہا ہے۔ ایسی تحریکات ہی کے ذریعے استعمار خانہ جنگی کی راہ ہموار کرواتا ہے۔ اور ایک دوسرے پر سنگین مذہبی الزامات لگا کر دونوں طرف سے واجب القتل ہونے کے فتوے عوام میں بانٹ کر گھر ہی کے چراغ سے گھر کو آگ لگادی جاتی ہے۔

جس معاشرے کے لیڈروں کی ذہنی وفکری نمو (Growth) رُک جائے تو وہ ایک دوسرے پر لسانی تعصّبات اور مذہبی دشنام طرازی کے ذریعے حملے کرتے ہیں۔ کتنی حیرت کی بات ہے کہ اپوزیشن اتحاد کو منظّم کرنے والے ایک لیڈر بھی اپنی مخالف حکومت کے وزیرِاعظم کو ”یہودی ایجنٹ“ کہہ کر اپنے کارکنوں کا لہو گرماتے ہیں۔ اس کی کیا ضمانت ہے کہ کل کو ان کو وہ کسی دوسرے مذہب کا ایجنٹ کہہ دیں۔ قومی سیاست میں مذہبی جذبات کو نفرت کے لیے استعمال کرنا سرمایہ داری نظام کا ایجنڈا ہے کہ دنیا میں سرمایہ داری کے بجائے ایک دوسرے کے مذاہب کو نفرت کا مرکز بنا کر عوام کے درمیان تناؤ پیدا کیا جائے۔ اور نفرتوں کے سوداگر سیاست دان اپنا کام نکالتے رہیں۔

(مدیر)

www.rahimia.org

ارتفاقِ دوم؛فنِ مُعاشیات اوراُس کے تقاضے

مترجم: مفتی عبدالخالق آزادرائے پوری

امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ ''حُجّةُ اللّٰهِ البالِغه'' میں فرماتے ہیں:

''فنِ معاشیات: ایسی حکمتِ عملی اختیار کرنا ہے کہ جس میں ارتفاقِ اوّل میں بیان کردہ انسانی احتیاجات کوارتفاقِ ثانی کی سطح پر پورا کرنے کے حوالے سے بحث کی جاتی ہے۔اصل بات یہ ہے کہ (ارتفاقات کے اگلے درجات میں) ارتفاقِ اوّل میں بیان کردہ انسانی احتیاجات کودرجِ ذیل تین اصولوں کے تناظر میں زیادہ بہتر بنایا جاتا ہے:

(1) انسانی احتیاجات کو پورا کرنے کے حوالے سے عملی تجربات کے نتائج کوسامنے رکھا جاتا ہے۔ان تجرباتی علوم کی روشنی میں انسانیت کونفع پہنچانے والے طریقۂ کارکو اختیار کیا جائے اورنقصان دہ پہلوؤں کوچھوڑ دیا جائے۔

(2) معاشی امورکواعلیٰ اَخلاق واقدار کی روشنی میں دیکھا جائے، جوبہترین اورکامل مزاج لوگوں نے فطری طور پر دریافت کیے ہیں۔ چناں چہ اچھے اقدار واَخلاق کے حامل معاشی امورکوپیشِ نظر رکھا جائے اور پست اَخلاق کے حامل امورکوچھوڑ دیا جائے۔

(3) تمام معاشی معاملات کوانسانیت کے اجتماعی مفاد کی روشنی میں دیکھا جائے۔ چناں چہ لوگوں کے درمیان باہمی عمدہ تعلقات اور سماجی طور پر عملی اجتماعیت اشتراک جیسے امورکوسامنے رکھتے ہوئے معاشی احتیاجات کی تسکین کا نظام قائم کیا جائے۔

(فنِ معاشیات میں زیرِبحث مسائل)

اس سطح پراہم ترین معاشی مسائل درجِ ذیل ہوتے ہیں:

☆ کھانے پینے (کی اشیاکے حصول اوراُن کے استعمال کے طریقے)
☆ سڑکیں بنانے اوراُن پر چلنے اور بیٹھنے کے طور طریقے
☆ (جسمانی تھکن دور کرنے کے لیے) نیند پوری کرنے کے آداب
☆ سفر کے وسائل اختیار کرنے اوراُس کے آداب
☆ (صفائی ستھرائی کے لیے) بیت الخلا بنانے اورانھیں استعمال کرنے کے آداب
☆ میاں بیوی کے باہمی تعلقات اور ملاپ کے طور طریقے
☆ لباس، مکان کے حصول اوراُس کی صفائی اور زیب وزینت کے آداب
☆ (سوسائٹی میں) باہمی گفتگو کرنے کے آداب
☆ بیماریوں میں ادویات اور جھاڑ پھونک کے ذریعے علاج معالجہ
☆ قدرتی آفات اور حادثات کے حوالے سے پیش بینی کی حکمتِ عملی
☆ بچوں کی پیدائش کے موقع پرخوشی کا اظہار
☆ شادی کے طور طریقے اوراس موقع پرولیمے وغیرہ کا انتظام
☆ عیدین اور مسافر مہمانوں کی آمد پرخوشی کے اظہار کے طریقے
☆ مصیبت کے وقت ماتم اوراظہارِافسوس کے طور طریقے
☆ مریضوں کی عیادت اوران کی تسلی کے اُمور
☆ اوراپنے مرنے والے افراد کی باعزت تدفین وغیرہ امور شامل ہیں۔

(ان معاشی امور کے حوالے سے اقوامِ عالَم کے متفقہ طور طریقے)

چناں چہ دنیا کے مہذب اور آباد ممالک کے رہنے والے اور صحیح اور معتدل مزاج رکھنے والے لوگوں کا درجِ ذیل امور پر اتفاق پایا جاتا ہے:

(1) (کھانے پینے سے متعلق امور) سب لوگوں کا اتفاق ہے کہ بدبودار کھانا، جیسے مرداراور متعفن غذا کا استعمال نہ کیا جائے۔ایسے جانور کا گوشت نہ کھایا جائے، جو معتدل مزاج اوراچھی عادات واَخلاق نہ رکھتا ہو۔وہ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ کھانا برتنوں میں ڈال کراور دسترخوان وغیرہ پر رکھ کر کھایا جائے۔کھانے کے وقت چہرہ اوردونوں ہاتھ دھولیے جائیں۔کھانے کے موقع پر غصے اور بے صبری کا مظاہرہ نہ کیا جائے۔اورایسی حرکات نہ کی جائیں، جوکھانے میں شریک لوگوں کے لیے باہمی نفرت کا باعث ہوں۔ بدبودار پانی کا استعمال نہ کیا جائے اور پانی ایک دم غٹاغٹ پینے سے پرہیز کیا جائے۔

(2) (صفائی ستھرائی کے امور) اسی طرح ان مہذب لوگوں کا صفائی ستھرائی کو پسند کرنے پر بھی اتفاق اور اجماع ہے۔ بدن، کپڑوں اور مکان کو دو چیزوں سے صاف ستھرا رکھا جاتا ہے: ایک تو بدبوداراور کراہت انگیز گندگیوں سے اپنے آپ کو صاف رکھنا۔اور دوسرے طبعی طور پر انسانی جسم پر پیدا ہونے والی میل کچیل کو دور کرنا، مثلاً منہ کی بدبو مسواک سے دور کرنا، بغل اور ناف کے بال کاٹنا، کپڑوں کے میل کچیل کودور کرنا، مکان اور گھروں کی صفائی ستھرائی کرنا۔

(3) (مردوں اورعورتوں کے متعلق امور) ان مہذب لوگوں کا اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ مرد کولوگوں کے درمیان ممتاز حیثیت میں رہنا چاہیے۔اس کا لباس درست ہو۔اس نے اپنے سر اور داڑھی کے بال درست کیے ہوئے ہوں۔ جب کہ عورت اگر شادی شدہ ہے تو اُس نے مہندی لگائی ہوئی ہواور زیورات پہنے ہوئے ہوں وغیرہ وغیرہ۔ان لوگوں کا اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ انسان کا ننگا ہونا بڑی عیب کی بات ہے۔لباس پہننا انسان کی خوب صورتی ہے۔شرم گاہوں کا ظاہر ہونا بڑی شرم کی بات ہے۔انسان کا مکمل لباس وہ ہے، جواُس کے پورے بدن اور شرم گاہ کو ڈھانپ لے۔

(4) (مستقبل بینی سے متعلق امور پر اتفاق) اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ مستقبل بینی سے متعلق کوئی طریقۂ کاراُن کے پاس ہو۔خواہ وہ خواب کی صورت میں ہو (جیسا کہ حضورؐ نے سچے خواب کونبوت کا حصہ قرار دیا ہے)، یا علمِ نجوم (پر یقین رکھنے والے لوگوں کا طریقۂ کار ہوتا ہے)، یا کسی فال نکالنے، یا کسی کاہن اور مادی اور طبیعیاتی علم میں مہارت رکھنے والے لوگوں کی پیش گوئی کی صورت میں ہوتا ہے۔

(جاری ہے۔۔) (باب فن آداب المعاش، مبحث الارتفاقات)

تاریخِ اسلام کے ناقابلِ فراموش واقعات

مفتی عبدالقدیر، چشتیاں

خلافتِ راشدہ کے دور میں مذہبی آزادی

خلافتِ راشدہ کے دور میں اہلِ ذمہ (ایسے غیر مسلم جن کے جان، مال اور عزت آبرو کی حفاظت کی ذمہ داری حکومت نے اٹھائی ہو) کو مذہبی امور میں آزادی حاصل تھی۔ تاریخ کی روشنی میں چند حقائق درجِ ذیل ہیں، جیسا کہ ''الفاروق'' میں لکھا ہے:

1۔ مذہبی امور میں ایسے غیر مسلموں کو پوری آزادی تھی۔ وہ اپنے مذہب کے مطابق ہر قسم کی رسومات ادا کرتے تھے۔ اپنی مذہبی رسومات کے اعلان کے لیے ناقوس بجاتے تھے۔ صلیب نکالتے تھے۔ ہر قسم کے میلے ٹھیلے کرتے تھے۔ ان کے مذہبی پیشوایان کو جو مذہبی اختیارات حاصل تھے، وہ بالکل برقرار رکھے گئے تھے۔

2۔ مصر میں اسکندریہ کا پیٹریارک بنیامین تیرہ برس تک رومیوں کے ڈر سے اِدھر اُدھر مارا مارا پھرا۔ گورنر مصر حضرت عمرو بن العاصؓ نے جب مصر فتح کیا تو ۲۰ھ/ 641ء میں اس کو تحریری امان لکھ کر بھیجی۔ وہ نہایت ممنون ہو کر آیا اور پیٹریارک کی کرسی دوبارہ اس کو نصیب ہوئی۔ چناں چہ علامہ مقریزی نے اپنی کتاب (جلد اول صفحہ 492) میں اس واقعے کی پوری تفصیل لکھی ہے۔

3۔ معاہدات کرتے ہوئے دیگر امور کے ساتھ مذہبی آزادی کا حق بھی لازمی طور پر درج کیا جاتا تھا۔ چناں چہ حضرت حذیفہ بن الیمانؓ نے ماہ دینار والوں سے معاہدہ کرتے ہوئے جو تحریر لکھی تھی، اس کے الفاظ یہ تھے: ''ان کا مذہب نہ بدلا جائے گا اور ان کے مذہبی امور میں کچھ دست اندازی نہ کی جائے گی۔'' اسی طرح جرجان کی فتح کے وقت یہ معاہدہ لکھا گیا: ''ان کے جان و مال اور مذہب و شریعت کو امان ہے اور اس میں سے کسی شئے میں تغیر نہ کیا جائے گا۔'' آذر بائیجان کے لوگوں کے ساتھ معاہدے میں یہ تصریح تھی: ''جان، مال، مذہب اور شریعت کو امان ہے۔'' (طبری)

4۔ حضرت عمرؓ اسلام کی اشاعت کی اگرچہ نہایت کوشش کرتے تھے اور منصبِ خلافت کے لحاظ سے اُن کا یہ فرض تھا، لیکن وہیں تک، جہاں تک وعظ اور پند کے ذریعے ممکن تھا۔ ورنہ یہ خیال وہ ہمیشہ ظاہر کر دیا کرتے تھے کہ مذہب کے قبول کرنے پر کوئی شخص مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ استق نامی ان کا ایک عیسائی غلام تھا۔ اس کو ہمیشہ اسلام قبول کرنے کی ترغیب دلاتے تھے، لیکن جب اس نے انکار کیا تو حضرت عمرؓ فرمایا کہ: ''لا إكراه في الدين'' یعنی مذہب میں زبردستی نہیں ہے۔

(کنز العُمّال، بحوالہ طبقات ابن سعد، جلد پنجم، ص249)

ان حقائق سے ہمارے لیے درجِ ذیل اسباق سامنے آتے ہیں کہ:

۱۔ غیر مسلموں کو مسلمانوں کی طرح معاشرتی حقوق حاصل ہیں۔ ان میں رخنہ اندازی اسلامی تعلیمات کے منافی ہے۔

۲۔ ان کو اپنے متأثر کُن اَخلاق اور وعظ سے اسلام کے قریب کیا جائے۔ زبردستی جائز نہیں ہے۔

ملکی معیشت

محمد کاشف شریف، راولپنڈی

ہمارے خاندانی اَثاثے

کسی بھی معاشی چیلنج کی صورت میں حکومت سے ضروری اقدامات کروائے جاتے ہیں، تاکہ بین الاقوامی اداروں کا قرض اور سرمایہ کاروں کی سرمایہ کاری کو گزند نہ پہنچے۔ اس تناظر میں ہم نے کئی دفعہ مشاہدہ کیا کہ آئی ایم ایف کی صورت میں بالخصوص اور دیگر ڈونر ایجنسیوں کی صورت میں بالعموم پاکستان میں ٹیکس وصولی کا نظام اور بجلی، گیس اور تیل کی قیمتوں کا تعین ان اداروں کے کہنے پر کیا جاتا ہے۔ اور گزشتہ پچیس سالوں کے دوران اس حوالے سے کافی کام ہو چکا ہے۔ یہی پاکستان تھا، جس میں اس صدی کے آغاز میں اپنے کاروبار کو رجسٹر کرنے اور ٹیکس گوشوارے داخل کروانے کے حوالے سے کتنی شدید مزاحمت تھی اور اُس دور کی حکومت کو اس حوالے سے اپنے کئی فیصلے واپس لینے پڑے، لیکن آج کے پاکستان میں اس رجسٹریشن کے بغیر کاروبار کرنا مشکل ہوتا چلا جا رہا ہے۔ ملک کا پورا مالیاتی نظام بینکنگ کے نظام کے ساتھ مربوط ہو چکا ہے اور اس نظام میں کی جانے والی لین دین اب چھپ نہیں سکتی، لیکن مروّجہ سرمایہ داری نظام کے تحت ایسی کاروباری رجسٹریشن انسانی فلاح و بہبود اور قومی معیشت کی ترقی کے بجائے عالمی ساہوکاروں کے قرض کی ادائیگی کے لیے استعمال کی جاتی ہے۔

آج بھی کئی معاشی سرگرمیاں ایسی ہیں جو اس نظام سے باہر رہ کر بروئے کار لائی جاتی ہیں۔ ان میں زرعی اجناس کی منڈیوں میں لین دین اور ایسے معاملات، جن میں مال کے بدلے مال، زمین، کیش یا قیمتی دھاتوں کو تبادلے کا ذریعہ بنایا جاتا ہے، اس نئے نظام کے اثر سے کافی حد تک بچے ہوئے ہیں۔ اور یہ کام اعتبار اور ضامنوں کے بل پر چلتا رہتا ہے۔ چناں چہ بڑے شہروں کی معاشی بناوٹ ان سرگرمیوں پر نسبتاً کم اثر ڈالتی ہے۔ یہی وَجہ ہے کہ زندگی گزارنے کے حوالے سے ہمارے دیہاتی یا ان سے ملحقہ قصباتی علاقے نسبتاً سستے ہیں۔ اس معیشت کا ایک بڑا حصہ حکومتی اداروں کی نظروں سے اوجھل ہے۔ اسے معاشی زبان میں Undocumented Economy (غیر مربوط معیشت) کہتے ہیں۔ اور یہ قومی معیشت کا ایک ایسا پہلو ہے، جو پاکستان کو بڑے سے بڑے بحران سے بچانے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ یہ ایسے عمل کرتا ہے، جیسے کئی خاندان ذاتی ضروریات کی تکمیل کے لیے گھر میں موجود قیمتی زیور اور سامان بیچ دیتے ہیں اور ممکنہ بحران کو ٹال دیتے ہیں۔ چناں چہ گزشتہ دو دہائیوں میں آنے والے بین الاقوامی بحرانوں کے اثرات ملکی معیشت پر اتنے گہرے اور زیادہ نہیں محسوس کیے گئے، جتنا دیگر مغربی ممالک نے کیے۔ اور یہی حال مقامی معیشت کا بھی رہا، جہاں ہماری مقتدرہ کی معاشی غلط کاریوں کے باوجود ہماری عوام؛ بالخصوص متوسط طبقہ جیسے تیسے کر کے اُن مشکل حالات سے نبرد آزما ہوتا رہا، لیکن اب ہماری معیشت کے منتظمین کی معیشت کے اس پوشیدہ پہلو پر نظر ہے۔ یہ بڑھتا ہوا اثر رسوخ صرف اس لیے ہے کہ ملکی مشینری زیادہ سے زیادہ ٹیکس جمع کر سکے۔ یہ رجحان صرف اُس وقت ہی نتائج دے سکتا ہے، جب ملکی نظام میں انتظامیہ اور عدلیہ فعال ہو اور عوام کی خدمت اُن کا شعار ہو، لیکن موجودہ رویوں کی موجودگی میں ظاہر ہے قوم مزید مشکلات کے لیے تیار ہو جائے۔ کیوں کہ پہلے تو بے روزگاری کی صورت میں ایک مجبور باپ اپنے بیٹے کو دوکان ڈال کر دے سکتا تھا، لیکن مستقبل میں شاید ایک باپ یہ بھی نہیں کر سکے گا اور ہمارے خاندانی اثاثے بھی Organized Sector کی نظر ہو جائیں گے۔

www.rahimia.org

مرزا محمد رمضان، راولپنڈی

مسئلۂ شام؛ چار ملکی سربراہ اجلاس

27/ اکتوبر 2018ء کو ترکی کے شہر استنبول میں 4 ملکی سربراہ اجلاس منعقد ہوا۔ استنبول آبنائے باسفورس کے کنارے واقع ہے، جو ایشیا کو یورپ سے علاحدہ کرتا ہے۔ اجلاس میں جرمنی کی چانسلر انجیلا مرکل، فرانس کے صدر مینوئیل میکرون، روس کے صدر ولادیمیر پیوٹن اور میزبان ملک کے سربراہ رجب طیب اردگان نے شرکت کی۔ روزنامہ "EUROP" کی 30/ اکتوبر کی رپورٹ کے مطابق اجلاس ''شام کا مستقبل'' کے موضوع پر منعقد ہوا تھا، جس میں شام میں قیامِ امن کے لیے ایک لائحۂ عمل طے کرنا تھا۔ حکومت مخالف تمام سیاسی گروہ شام کے علاقے عدلب میں جمع ہوچکے ہیں۔ شامی حکومت کا مؤقف ہے کہ وہ ان کے بارے سخت اقدام کرے گی، جب کہ باغیوں کا ایک گروپ ترکی کا حمایت یافتہ ہے۔ اور ترکی کی کوشش ہے کہ کسی طرح انھیں شام میں قیامِ امن میں کوئی کردار مل سکے۔ ترکی کے صدر نے چاروں سربراہان کی ترجمانی کرتے ہوئے کہا کہ: ''ہم مسئلے کے سیاسی حل کے لیے کوشاں ہیں۔ ہم شام میں مکمل جنگ بندی چاہتے ہیں۔ شام میں خون کی بہتی ہوئی ندیوں کو روکنا ہوگا۔'' اس سلسلے میں باہمی تعاون کے فروغ پر زور دیا گیا۔ مزید براں عالمی برادری سے بھی تعاون کی درخواست کی گئی۔

سعودی نژاد صحافی جمال خشوگی 2/ اکتوبر 2018ء سے لاپتہ تھا۔ یہ صحافی امریکی اخبار ''واشنگٹن پوسٹ'' کا کالم نگار تھا۔ اس کے بارے میں کہا جا رہا تھا کہ وہ اسی تاریخ کو ترکی میں واقع سعودی قونصلیٹ میں داخل ہوا تھا۔ اس کا مقصد محمد بن سلمان کی دوسری شادی کے بارے میں معلومات حاصل کرنا تھیں۔ پھر 15/ اکتوبر کے بعد اس کے قتل کی خبریں گردش کرنا شروع ہوگئیں۔ اقوامِ متحدہ کی نمائندۂ خاص ایگنیز کلیمرڈ نے 26/ اکتوبر کو اپنے بیان میں کہا ہے کہ: ''جمال خشوگی کا قتل منصوبہ بندی کے تحت کیا گیا ہے۔ قتل کی منصوبہ بندی کرنے والے ریاست کی اعلیٰ سطح کے لوگ ہیں۔'' اپنے بیان کی وضاحت کرتے ہوئے نمائندۂ خصوصی نے مزید کہا ہے: ''ہمارے پاس ایسے شواہد موجود ہیں، جس کی بنیاد پر ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ سعودی عرب ہی اس قتل کا ذمہ دار اور وہی اس میں ملوث ہے۔''

16/ اکتوبر کو امریکیوں کا ایک وفد امریکی وزیرخارجہ مائیک پومپیو کی سربراہی میں قتل کے بارے تحقیقات کے لیے ریاض پہنچا۔ اگلے ہی روز روسیوں کا بھی ایک وفد سعودی عرب کے دارالحکومت ریاض پہنچ جاتا ہے، جس کا مقصد سعودی عرب سے جمال خشوگی کے قتل کے بارے میں اوّلین سطح کی معلومات کا حصول تھا۔ روسی اخبار 'پراودا' کی 17/ اکتوبر کی رپورٹ کے مطابق: ''امریکیوں کا مقصد اس قتل کا سکینڈل بنانا نہیں ہے۔ امریکی وزیرخارجہ کا بہ ذاتِ خود ریاض پہنچ جانا' قتل کی اہمیت کو واضح کرتا ہے۔ کیوں کہ یہ قتل کسی عام صحافی کا نہیں تھا۔ جمال خشوگی سعودی عرب کی انٹیلی جنس ایجنسی کا مشیر رہا ہے۔ اس کے پاس القاعدہ اور تحریکِ مجاہدین افغانستان کے بارے میں تمام معلومات تھیں۔ اس کے علاوہ وہ امریکی انٹیلی جنس ایجنسی CIA کے لیے بھی کام کرتا رہا ہے۔ مشرقِ وسطیٰ کے تمام آپریشن میں وہ شریک رہا ہے۔ عرب بہار نامی نام نہاد انقلاب، جس نے مشرقِ وسطیٰ کی تمام ریاستوں کو سیاسی طور پر تباہ و برباد کردیا، جن میں مصر، تیونس، یمن، لیبیا، عراق اور شام شامل ہیں۔ ان تمام کا وہ عینی شاہد تھا۔ اخبار مزید لکھتا ہے: حتیٰ کہ IS یعنی اسلامک سٹیٹ (داعش) کے بارے میں بھی وہ مکمل معلومات رکھتا تھا۔ اس کے علاوہ خلیجی ریاستوں، قطر اور سعودی عرب میں جاری حالیہ آپریشن سے بھی وہ کلی طور پر آگاہ تھا۔ امریکیوں نے سعودی حکمران سلمان بن عبدالعزیز السعود سے کہا کہ: جمال خشوگی کے قتل کے بارے میں احکامات بھی محمد بن سلمان نے ہی جاری کیے تھے۔ کیوں کہ اس نے اپنے ایک مضمون میں محمد بن سلمان پر کھل کر تنقید کی تھی، جس کا بدلہ لینے کے لیے اسے قتل کرایا گیا۔ 5/ نومبر 2018ء کو روسی اخبار 'سپوتنک' نے ایک فوٹیج جاری کی ہے، جس میں جمال خشوگی 2/ اکتوبر کو سعودی قونصلیٹ میں داخل ہوتے دکھایا گیا ہے۔

اس سارے پس منظر میں ترکی کے شہر استنبول میں چار ملکی سربراہ اجلاس 27/ اکتوبر 2018ء کو منعقد ہونے سے درج ذیل پہلوؤں کی اہمیت واضح ہوتی ہے:

1۔ شام کا مسئلہ، جہاں روس نے کچھ عرصہ پہلے اکیلے ہی بشارالاسد کی حمایت کا عملاً آغاز کیا تھا، آج یورپ کی مرکزی طاقتیں؛ فرانس اور جرمنی روس کے ہم پلہ کھڑی نظر آتی ہیں۔

2۔ ترکی، جو کل تک نیٹو کا اتحادی ہونے کے باعث شام کے خلاف کارروائیوں میں پیش پیش تھا، آج وہ روسی سربراہی میں شام میں قیامِ امن کی کوششوں میں مصروف دکھائی دے رہا ہے۔

3۔ ترکی چوں کہ آج کل روس کے ساتھ عالمی مسائل کے حوالے سے یکساں مؤقف اختیار کیے ہوئے ہے، جمال خشوگی کے قتل کے لیے ترکی کو بہ طور جولان گاہ کے منتخب کرنا بھی اسی سلسلے کی کڑی ہے۔ امریکا کی کوشش ہے کہ وہ ترکی پر دباؤ بڑھائے۔ امریکیوں کے مقابلے میں ترکی کی اَخلاقی اور سیاسی حمایت کے لیے یہ اجلاس استنبول میں منعقد کیا گیا۔

4۔ جمال خشوگی کو قتل کرکے امریکا نہ صرف آلۂ قتل کو مٹانا چاہتا ہے، بلکہ ان تمام آپریشنز کے عینی شاہد کو بھی راستے سے ہٹانا مقصود تھا، تاکہ کوئی دوسرا محمد بن سلمان نہ بن سکے، جو دنیا کو مطلع کرسکے کہ ''عالم اسلام میں فرقہ پرستی کے پھیلاؤ اور قتل و غارت کے نتیجے میں خوف و ہراس پیدا کرنے کے لیے تمام فنڈز امریکا کے ایما پر ہی تقسیم کیے گئے۔''

5۔ امریکا آج معاشی بحران کے جھگڑ میں گھرا ہوا ہے۔ 1972ء سے سعودی حکمرانوں کے 750 ارب ڈالر امریکا کے پاس جمع ہیں، جو گزشتہ 46 سالوں سے سود سمیت امریکا کے ذمہ واجب الادا ہیں۔ امریکا سعودی حکمرانوں پر دباؤ ڈال کر انھیں باور کرانا چاہتا ہے کہ وہ ان فنڈز کی واپسی کا تصور اپنے ذہنوں سے حرفِ غلط کی طرح مٹا دیں۔

www.rahimia.org

جمعہ کا دن؛ اجتماعیت کی اہمیت کا مظہر

16 / نومبر 2018ء کو حضرت اقدس مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری مدظلہ نے جامع مسجد اسماعیل (افغان آباد نمبر 2، فیصل آباد) میں خطبہ جمعہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''معزز دوستو! یہ جمعۃ المبارک کا بابرکت اجتماع ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ دن ہمارے لیے انتہائی معزز اور بابرکت بنایا ہے۔ یہی وہ دن ہے، جس میں حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق ہوئی اور اسی دن وہ زمین پر اُترے۔ اور جمعہ کے دن ہی قیامت تک کے اہم ترین واقعات وقوع پذیر ہونے ہیں۔

جمعہ اجتماعیت سے ہے کہ مسلمان ایک جگہ جمع ہو کر جمعہ کے بابرکت اجتماع میں اپنی سوسائٹی اور اجتماعی معاملات سے متعلق سوچیں۔ اپنی اجتماعیت کو درست کریں۔ ہفتے کے باقی چھ دن تمام لوگ اپنی اپنی مسجدوں میں اجتماع کریں۔ اور جمعہ کے دن شہر کی جامع مسجد میں جمع ہو کر بڑی اجتماعیت قائم کریں۔ اُس میں اپنے اجتماعی اور انفرادی مسائل کے حل کے لیے جدوجہد اور کوشش کریں اور اس پر سوچیں۔ اسی لیے اس جمعۃ المبارک کی اجتماعیت کی اسی اہمیت کے پیش نظر پورے ہفتے کے باقی چھ دنوں میں ظہر کی نماز کی چار رکعاتیں ہوتی ہیں، وہ جمعہ میں دو رکعات کر دی گئیں اور اُس کی جگہ پر دو خطبے رکھ دیے گئے، تاکہ اُن خطبات کے ذریعے سے اس بات پر غور و فکر کیا جائے کہ گزشتہ ہفتے میں کیے گئے امور کیا رہے اور آئندہ ہفتے ہم کیسے زندگی بسر کریں گے۔

انسان چوں کہ اکیلا زندگی بسر نہیں کرتا۔ وہ بیوی، بچوں، ماں باپ، خاندان، رشتہ دار، خرید و فروخت کرنے والے، بازار میں آنے جانے اور ہر سطح کی ضروریات پورا کرنے کے لیے دوسرے لوگوں کے ساتھ ایک اجتماع قائم کرتا ہے۔ ایک اجتماعی تعلق پیدا ہوتا ہے۔ اگر یہ تعلق اللہ اور اُس کے رسول کے حکموں کے مطابق ہو تو ایسی اجتماعیت اچھی کہلاتی ہے۔ اور جہاں یہ تعلق اللہ اور اُس کے احکامات کے مطابق نہ ہو تو وہ اجتماعیت بُری کہلاتی ہے۔ انبیا علیہم السلام کے زمانے میں جتنے لوگ بھی کفر و شرک اور ظلم میں مبتلا تھے، اُن کے اندر دو ہی خرابیاں تھیں: ایک تو یہ کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اُن کا سچا تعلق نہیں تھا۔ وہ اس کے ساتھ شرک اور کفر کرتے تھے۔ دوسرا یہ کہ وہ اپنے اجتماعی معاملات میں ایک دوسرے پر ظلم کرتے تھے۔ حقوق توڑتے تھے۔ اُن کے اَخلاق اچھے نہیں تھے۔ وہ متکبر اور بخیل تھے۔ مال و دولت کے پجاری تھے۔ قرآن حکیم نے آخری پارے کی سورتوں میں اُن کا پورا نقشہ کھینچا ہے۔ اس لیے انبیا علیہم السلام انسانوں میں انھیں خرابیوں کو درست کرنے آتے ہیں: ایک تو وہ انسانوں کے دلوں میں سچی خدا پرستی پیدا کرتے ہیں کہ وہ اللہ کی معرفت حاصل کریں۔ اللہ سے تعلق قائم کریں۔ اُس کے حکموں کی پابندی کرنے کے لیے تیار ہو جائیں۔ اور دوسری بڑی بنیادی بات یہ کہ وہ اللہ کے تعلق سے انسانیت کی خدمت کے لیے کردار ادا کریں۔ ان کے حقوق ادا کریں۔ انھیں بہتر اجتماعیت میں پرو کر عدل و انصاف پر مبنی سیاسی اور معاشی نظام قائم کریں۔''

حسن سلوک اور صلہ رحمی

حضرت آزاد رائے پوری مدظلہ نے مزید فرمایا:

''انسانوں کے ساتھ قدم قدم پر ہمارا تعلق ہے۔ سب سے پہلے گھر میں اپنے ماں باپ اور اپنی اولاد اور اپنی بیوی بچوں کے ساتھ تعلق ہوتا ہے۔ تو وہاں ہمارا رویہ کیا ہے؟ ہم وہاں اُن کے ساتھ انسان دوست ہیں یا وہاں ہمارا رویہ منفی ہے؟ نبی اکرمؐ نے فرمایا کہ: ''تم میں سب سے بہتر وہ ہے، جو اپنے گھر والوں کے لیے بہتر ہے۔'' (سنن ترمذی، حدیث 3895) گھر میں ہر وقت لڑائی جھگڑا ہو۔ ایک دوسرے کے حقوق توڑے جائیں اور باہر آپ بہ ظاہر بڑے شریف بن کر پھریں تو حضوؐر نے فرمایا کہ یہ کوئی نیکی اور اچھائی کی بات نہیں ہے۔ حضوؐر نے فرمایا کہ: ''میں تم تمام لوگوں سے اپنے بیوی بچوں کے لیے سب سے زیادہ خیر اور بھلائی کا جذبہ رکھتا ہوں۔ سب سے اونچا درجہ میرا ہے۔'' (حوالہ بالا) نبی اکرمؐ نے اجتماعیت کی درستگی کا اظہار گھر سے شروع کیا کہ جو گھریلو اور اپنے رشتہ داروں کے حقوق ہیں، آپؐ نے اُن کو ادا کرنے کا حکم دیا گیا۔

نبی اکرمؐ نے فرمایا: ''جو تم سے رشتے داری کے تعلقات منقطع کرتا ہے، اُس کے ساتھ بھی صلہ رحمی کرو۔'' (صحیح بخاری، حدیث 5991) کیا کمال کی بات کی ہے حضوؐر نے کہ صرف یہ نہیں کہ اُسی کے صلہ رحمی کی جائے، جو تمھارے ساتھ صلہ رحمی کرے، بلکہ جو قطع رحمی کرے، اُس کے ساتھ بھی صلہ رحمی کرو۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ نبی اکرمؐ کی زندگی تمھارے لیے اسوۂ حسنہ ہے۔ تو یہ اُسوۂ حسنہ تبھی ہے کہ جب ہم حضوؐر کی باتیں مانیں گے۔ رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کا معاملہ کریں گے۔

سنن ترمذی میں روایت ہے کہ ایک دفعہ ایک شخص نے نبی اکرمؐ سے پوچھا کہ: میرا جو خادم یا ملازم ہے، اُس کو میں غلطی کرنے پر کتنی دفعہ معاف کروں؟ کیوں کہ خادم اور ملازم غلطیاں تو کیا کرتے ہیں۔ حضوؐر خاموش رہے۔ اُس نے دوبارہ پوچھا کہ میں اپنے ملازم اور خادم کو کتنی دفعہ معاف کر سکتا ہوں اور اُس کے بعد اُسے سزا دے سکتا ہوں؟ حضور پھر خاموش رہے۔ تیسری دفعہ پھر اُس نے پوچھا تو حضوؐر نے فرمایا: ''ہر روز ستر مرتبہ اُسے معاف کیا کرو۔'' (سنن ترمذی 1949) یعنی اُس کو سزا دینے کا بھی حکم نہیں دیا۔ کیوں کہ آپ کا اُس کے ساتھ ایک رشتہ ہے۔ آپ کو وہ کما کر دے رہا ہے۔ آپ کے ساتھ وہ چل رہا ہے۔ آپ کی اجتماعیت کا حصہ ہے۔ گویا بات انسانیت کی ہے۔ کیا ہوا کہ اُس کے اندر صلاحیت کم ہے اور وہ آپ کے ساتھ ملازمت پر مجبور ہے۔ اُس کی بھی ضرورتیں ہیں۔

سوچنے کی بات یہ ہے کہ ہم نہ گھر والوں کے حقوق ادا کرتے ہیں، نہ رشتہ داروں کے، بلکہ جو رشتہ داری ختم کرنے کی کوشش کرے، ہم اُس سے زیادہ بڑھ کر ختم کرتے ہیں۔ کوئی ملازم اگر ہمارے معاملات اور ہماری مرضی کی بات نہ مانے تو فوراً ملازمت سے باہر نکال دیتے ہیں۔ یا اُس کو کوئی نہ کوئی سزا دیتے ہیں۔ اُس کی تنخواہ کاٹ دیتے ہیں۔ یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر عمل کرنا نہیں ہے۔''

www.rahimia.org

کاروباری اجتماعیت کے اصول

حضرت آزادرائے پوری مدظلہٗ نے مزید فرمایا:

’’حضور اکرمؐ نے خرید وفروخت کے بارے میں بھی اصول اور ضابطے بتلائے۔ آپؐ نے فرمایا کہ: ’’مال میں عیب ہو تو بتا کر بیچو۔‘‘ (سنن ابن ماجہ، حدیث 2246) یہ نہیں ہے کہ چھپا کر اُس کو بیچ دو۔ کیوں کہ خریدار کا بھی حق ہے کہ اُس کے پاس صحیح مال پہنچے۔ اسی طرح حضورؐ نے یہ بھی بات فرمائی کہ اگر کوئی خریدار مال خرید کر لے بھی گیا ہے اور بعد میں اُس کو وہ چیز پسند نہیں آئی اور وہ واپس کرنا چاہتا ہے، تو وہ چیز واپس لے لی جائے۔ (سنن ابن ماجہ، حدیث 2199) اس کو شریعت کی اصطلاح میں ’’اِقالہ‘‘ کہتے ہیں کہ خریدی ہوئی چیز تبدیل یا واپس کروانا۔ ہوسکتا ہے اُسے اُس چیز کی ضرورت نہ رہی ہو یا وہ پیسے واپس لینا چاہتا ہے۔ کیوں کہ مقصد تو انسانیت ہے اور انسانیت کی ہمدردی ہی اصل بنیادی چیز ہے۔ یہ ہے وہ اجتماعیت، جو جمعہ کے دن ہمیں سیکھنی ہے۔

پھر جب کاروبار سے اوپر کی سطح پر جائیں تو کاروبار کرنے والوں اور ایک شہر میں رہنے والوں کا ایک نظمِ حکومت اور ایک نظمِ مملکت قائم ہوتا ہے۔ مقامی سطح کی حکومت ہوتی ہے۔ حکومتوں کی ذمہ داری بھی یہ ہے کہ جو کمزور ہیں، اُن کے حقوق ادا کریں۔ حکومت کمزوروں، یتیموں اور مسکینوں کے لیے ہی بنائی جاتی ہے۔ طاقت ور مال دار، جس کا اثر ورسوخ ہے، اُس کی تو ویسے بھی حکومت ہوتی ہے۔ اور حکومت نہ بھی ہو، تب بھی وہ اپنے مفاد کی حفاظت کر لیتے ہیں۔ اس لیے حضرت ابوبکر صدیقؓ جب خلیفہ بنے تو آپؓ نے فرمایا کہ: اللہ کی قسم! میرے نزدیک وہ آدمی ضعیف ہے، جو تم میں طاقت ور اور اثر ورسوخ والا ہے۔ اور میرے نزدیک وہ آدمی طاقت ور ہے جو ضعیف ہے۔ سوسائٹی میں کمزور ہے، جس کا کوئی پرسانِ حال نہیں۔ جس کی کوئی سفارش ماننے کے لیے تیار نہیں۔ جس کے کوئی اثرات کو قبول کرنے کے لیے تیار نہیں۔ وہ میرے نزدیک طاقت ور ہے جب تک کہ میں طاقت ور سے اُس کا حق لے کر نہ دے دوں۔ کیوں کہ حق لے کر دینے کے لیے میری حکومت قائم ہوئی ہے۔ (البدایہ والنہایہ، ج:6،ص:06-305)

اب حضرت ابوبکر صدیقؓ کے نام کے ساتھ ہمارا عشق ہو اور حضور اقدسؐ کے ساتھ ہم محبت کے دعوے کریں اور ہمارا طرزِ عمل اور فکر یہ ہو کہ حکومتیں طاقت ور لوگوں کو مضبوط بنائیں اور غریبوں کو مزید غریب بنا دیں۔ ہر غریب سے غریب آدمی پیٹرول، بجلی وغیرہ پر پچاس ساٹھ روپے ٹیکس دیتا ہے۔ اور جو بڑے بڑے سرمایہ دار اور بڑے کاروباری اور بااثر لوگ ہیں، وہ ٹیکس چوری کرتے ہیں۔ حکومتوں کو بھی اس کا علم ہوتا ہے۔ ہمارے ملک کا سابق صدر کہتا ہے کہ: ’’یہ بے نامی اکاؤنٹ تو سارے کاروباری لوگ اختیار کرتے ہیں۔ میں نے کرلیا تو کیا ہوا؟ پاکستان کے سارے کاروباری یہی کام کرتے ہیں۔‘‘ گویا یہ لوگ ٹیکس ادائیگی سے بچنے کے لیے اپنی غیر قانونی دولت بے نامی اکاؤنٹ میں رکھتے ہیں۔ اس طرح ٹیکس چوری طاقت ور کرتے ہیں اور اس کا بوجھ غریبوں پر پڑتا ہے۔ ہمارا یہ کردار سیرتِ نبویؐ اور سیرتِ صحابہؓ سے یکسر مختلف ہے۔‘‘

ٹیکس صرف مال داروں سے لیا جائے

حضرت آزادرائے پوری مدظلہٗ نے مزید فرمایا:

’’حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ضابطہ بنا دیا کہ ٹیکس مال دار سے لیا جائے گا، غریب آدمی سے نہیں۔ نبی اکرمؐ نے فرمایا: ’’مال داروں سے مال لیا جائے گا اور اُن کے غریبوں اور فقرا پر لوٹا دیا (خرچ کیا) جائے گا۔‘‘ یہ کام کرنا حکومت کی ذمہ داری ہے۔ (صحیح بخاری، حدیث 1395) حضرت معاذ بن جبلؓ اور حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کو جب یمن کا گورنر بنا کر بھیجا تو اُنھیں آپؐ نے یہی حکم دیا کہ تمھاری حکومت کا کام یہ ہے کہ مال داروں سے پیسے وصول کرنا اور غریبوں اور کمزوروں کو دینا، لیکن ہمارے ہاں معاملہ اُلٹا ہے۔ غریبوں سے ٹیکس وصول کیا جاتا ہے اور طاقت ور سیاسی پارٹیوں کے بڑے بڑے لیڈر اور حکومتی عہدے داران غریبوں کے جمع کیے ہوئے ٹیکس کے پیسے کو اپنے مفادات کے لیے خرچ کرتے ہیں۔ کیا یہ حضورؐ کی سنت ہے؟

ربیع الاوّل کا مہینہ آیا ہے اور سیرت پر لمبے لمبے لیکچر دیے جا رہے ہیں۔ اس موقع پر ہمارے ہاں بڑی بڑی سیرت النبیؐ کانفرنسز منعقد کی جا رہی ہیں۔ لیکن ہمارے رویے یہ ہوں کہ مظلوم مظلوم سے مظلوم تر ہوتا جائے۔ غریب غریب سے غریب تر ہوتا جائے۔ اور طاقت ور مال دار سے مال دار ہوتا جائے۔ یہ حضورؐ کی سیرت کی بات تو نہیں ہے۔ یہ اجتماعیت کو توڑنے اور حضورؐ کی سیرت کا مذاق اُڑانے کی بات ہے۔

ہم اس بات پر تو بڑے سیخ پا ہوتے ہیں کہ نعوذ باللہ کسی آدمی نے حضورؐ کی شان میں گستاخی کردی، لیکن نبیؐ کے فرمان کو ٹھکرا کر پھینک دینا‘ کیا یہ گستاخی نہیں ہے؟ حضورؐ نے جن باتوں کا حکم دیا ہے، اُن کو چھوڑ دینا، یہ بے انصافی نہیں ہے؟ قرآن حکیم کہتا ہے: ’’جس کا تمھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حکم دیں، اس کو مضبوطی سے پکڑ لو۔ اور جس سے نبی اکرمؐ تمھیں روکیں، اُسے چھوڑ دو۔‘‘ (59:7) حضور اکرم صلی اللہ علیہ سلم نے جس کام کے کرنے کا حکم دیا ہو، ہم اس سے رُک جائیں۔ اور جس سے روکا ہو، وہ کرنے لگے جائیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے حضورؐ کی بات کی توہین کی ہے۔ اللہ کی بات کی توہین کی ہے۔ اس پر ہماری رگ کیوں نہیں پھڑکتی؟

بات اصل میں یہ ہے کہ ہم سب لوگ اس مبارک جمعہ کے موقع پر اپنے اجتماعی حقوق کو پہچانیں۔ اپنی ذمہ داریوں کو پہچانیں۔ اپنے گھر کا، اپنے رشتہ داروں کا، اپنے کاروبار میں لین دین کا، اپنی سوسائٹی کے اجتماعی نظام کا، اپنی حکومتوں کا جائزہ لیں۔ حکومتیں قائم کرنے والے بھی تو ہمارے ہی بھائی ہیں۔ ہم نے ہی انھیں ووٹ دیے ہیں۔ کل تک وہ بھی عام انسان تھے۔ آج حکومت کے منصب پر فائز ہوگئے۔ ان کے رویے بھی بے انصافی کے ہیں۔ اس طرح ہمارے اجتماعی رویے غلط ہیں۔ ہمیں سب کو مل کر اپنے ان غلط رویوں سے توبہ کرنی چاہیے اور جو سچی باتیں حضورؐ کی سیرت کی ہیں، انھیں اپنانا چاہیے۔ اور اُس کے ذریعے سے اپنی زندگی کی تعمیر وتشکیل کے لیے کردار ادا کرنا چاہیے۔‘‘

www.rahimia.org

عظمت کے مینار

وسیم اعجاز، کراچی

عالمِ کبیر شیخ محمد عاشق پُھلّتیؒ

حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے خانوادے نے ولی اللّٰہی علوم وافکار کے فروغ میں نمایاں کام کیا۔ انھی افکار ونظریات کی بہ دولت دنیائے اسلام جدید دور کے سیاسی، معاشی اور معاشرتی افکار ونظریات سے روشناس ہوئی۔ ان انسانیت دوست افکار و نظریات کے فروغ میں جن حضرات نے نمایاں خدمات سرانجام دیں، ان میں اِمام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے ماموں زاد بھائی، برادرِ نسبتی، شاگرد اور مرید وخلیفہ، عالمِ کبیر، شیخ مولانا محمد عاشق پُھلتیؒ کا نامِ نامی اسمِ گرامی بڑی اہمیت کا حامل ہے۔

مولانا محمد عاشق پُھلتیؒ ۱۰ر رمضان المبارک ۱۱۱۰ھ/ 12 / مارچ 1699ء کو مولانا عبید اللہؒ بن مولانا محمد صدیقیؒ کے ہاں پُھلّت ضلع مظفر نگر میں پیدا ہوئے۔ تاریخی نام ''محمد غازی'' ہے۔ وہ اِمام شاہ ولی اللہ دہلویؒ سے عمر میں تقریباً 4 سال بڑے تھے۔ ان کے خاندان کا شمار اپنے علاقے کے مشائخ میں ہوتا تھا۔ بچپن سے ہی علمی و دینی ماحول کی وَجہ سے علمی مشغلوں میں لگے رہے۔ قرآنِ حکیم اور فارسی زبان کی تعلیم اپنے نانا شیخ عبدالوہابؒ سے اور ابتدائی کتب کی تعلیم اپنے دادا شیخ محمد پُھلتیؒ سے حاصل کی۔ کچھ عرصہ حضرت شاہ عبدالرحیم دہلویؒ سے بھی کسبِ فیض کیا۔ ان کے وصال کے وقت دہلی میں موجود تھے۔ کتبِ احادیث کی مزید تعلیم امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ سے حاصل کی۔ ان کی زندگی کا زیادہ تر وقت شیخِ اجل حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے ساتھ ہی گزرا۔

امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے سفرِ حج (۱۱۴۳ھ/ 1731ء تا ۱۱۴۵ھ/ 1732ء) کے دوران شیخ محمد عاشقؒ اُن کے ہمراہ رہے۔ حرمین شریفین میں جن اساتذہ سے امام شاہ ولی اللہؒ نے تعلیم حاصل کی، ان سے انھوں نے بھی اخذِ فیض کیا۔ امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے تلامذہ اور خلفا میں وہ سب سے ممتاز اہمیت کے حامل ہیں۔ امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے حرمین کے ایک استاذ --- جنھیں نمایاں حیثیت حاصل ہے --- شیخ ابوطاہر کردی مدنیؒ نے شیخ محمد عاشق پھلتیؒ کے بارے میں اپنے اجازت نامے میں ان کی نمایاں خصوصیت کا ذکر کیا ہے اور انھیں امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کا ''آئینۂ کمال'' قرار دیا ہے۔

حضرت شیخ محمد عاشق پھلتیؒ کی سب سے اہم خصوصیت یہ ہے کہ امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی زیادہ تر تصانیف انھیں کی تحریک پر لکھی گئی ہیں۔ انھوں نے شاہ صاحبؒ کی کتابوں کے مسودات کو ایک جگہ جمع کرنے کے لیے اَنتھک کوشش کی۔ بڑی محنت اور ذوق وشوق سے ان کی ترتیب اور تدوین میں حصہ لیا۔ شاہ صاحبؒ کے لکھے ہوئے رسائل کو ایک جگہ جمع کر کے انھیں کلیات کی شکل میں ''التّفهيمات الإلٰهيه'' کے عنوان سے ترتیب بھی دیا۔ جب وہ کلیات شاہ صاحبؒ کو پیش کی گئیں تو انھوں نے انتہائی مسرت کا اظہار فرمایا۔ امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی سب سے زیادہ خط وکتابت بھی شیخ محمد عاشقؒ ہی سے رہی۔ ان خطوط میں زندگی کے مختلف امور پر رہنمائی ملتی ہے۔ یہ خطوط اب کتابی شکل میں بھی دستیاب ہیں، جنھیں شیخ پھلتیؒ اور ان کے صاحب زادے شیخ عبدالرحمٰن پھلتیؒ نے بڑی جاں فشانی سے یک جا کیا تھا۔ شاہ صاحبؒ کی کتاب ''التّفهيمات الإلٰهيه'' میں زیادہ تر انھی مسائل کا بیان ہے، جن کی وضاحت ان خطوط میں کی گئی ہے۔ تصانیف کی جانب شاہ صاحبؒ کی توجہ دلانے کا اعتراف خود شاہ صاحب نے اپنی معرکۃ الآرا کتاب ''حُـجّةُ اللّٰهِ البالِغه'' میں کیا ہے اور اس کتاب کا انتساب شاہ محمد عاشق پھلتیؒ ہی کے نام سے کیا ہے۔

شیخ محمد عاشقؒ کا ایک اور اہم کام امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے حالاتِ زندگی کا مدوّن کرنا ہے، جو کہ شاہ صاحبؒ نے سفرِ حج کے دوران تحریر فرمائے۔ یہ کتاب ''القول الجلی و اسرار الخفی فی مناقب الولی'' کے نام سے شائع ہوئی۔ اِمام شاہ ولی اللہؒ نے ان کی کتاب ''القول الجلی'' کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ: ''ایک عزیز ترین بھائی اور محترم دوست نے ان باتوں اور میرے دوسرے حالاتِ زندگی کو ایک رسالے میں جمع کر دیا ہے، اور اس کا نام ''قولِ جلی'' رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ انھیں بہترین جزادے اور ان کے بزرگوں اور اَخلاف کے ساتھ اچھا معاملہ فرمائے۔ اور ان کی دین اور دنیا کی خواہشوں کو پورا فرمائے۔ آمین!''

ان کتب کے علاوہ امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی مزید کتب ''الـمُسَوّٰی'' اور اس کی شرح ''الـمُـصَفّٰی'' کی ترتیب اور تدوین میں اَنتھک کوشش اور جدوجہد فرمائی۔ شاہ صاحبؒ کی کتاب ''الخير الكثير'' کے بارے میں شیخ موصوفؒ فرماتے ہیں کہ: ''اس کتاب سے متعلق رموز ونکات میں نے سبقاً سبقاً شاہ صاحبؒ سے پڑھے۔ اور آخر میں ترتیب دے کر شاہ صاحبؒ کی خدمت میں پیش کیے تو انھوں نے ''الـخير الكثير'' کے نام سے معنون کا فرمایا۔'' سفرِ حرمین کے دوران امام شاہ ولی اللہؒ کی کتاب ''فُيوض الحرمين'' کی تالیف بھی شیخ موصوفؒ کی گزارش پر کی گئی۔ شاہ صاحبؒ نے انھیں ان کی علمی خدمات کی وَجہ سے ''علی'' کے خطاب سے سرفراز فرمایا۔ ایک خط میں ارشاد فرمایا کہ: ''جب بھی عزیز بھائی محمد عاشق کی طرف نگاہ اٹھتی ہے تو آنکھوں کو ایک نئی ٹھنڈک حاصل ہوتی ہے۔'' حضرت شیخ محمد عاشق پھلتیؒ کی تصانیف میں: ''درايات الاسرار''، ''كشف الحجاب''، ''سبيل الرّشاد''، ''القول الجلی''، ''شرح دعاء الاعتصام'' اور ''شرح مؤطا امام مالکؒ'' ہیں۔

شیخ محمد عاشق پھلتیؒ کی بھرپور عملی زندگی سے اس بات کا بہ خوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ آج امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کا وہ کام، جو سیاسی، معاشی اور معاشرتی نظریات و رہنمائی پر مشتمل ہے، اس کو ہم تک پہنچانے میں شیخ محمد عاشقؒ کا کردار کس قدر اہم ہے۔ نہ صرف یہ کہ انھوں نے شاہ صاحبؒ کے افکار ونظریات کو مدوّن کرنے میں اہم کردار ادا کیا، بلکہ ولی اللّٰہی تحریک کے اگلے عملی دور کی بنیادیں رکھنے میں بھی کلیدی کردار ادا کیا۔ شاہ محمد عاشقؒ سے شاہ عبدالعزیز دہلویؒ، شاہ رفیع الدین دہلویؒ، شاہ ابوسعید رائے بریلیؒ کے علاوہ ایک خلقِ کثیر نے اخذِ فیض کیا۔ شیخ محمد عاشقؒ کا وِصال ۱۱۸۷ھ/ 1773ء میں ہوا۔ ان کا مزار پُھلّت، ضلع مظفر نگر، یو۔ پی (انڈیا) میں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اکابرینؒ کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین!

www.rahimia.org

رپورٹ: انیس احمد سجاد، لاہور

سیرت کانفرنس گورنمنٹ کالج یونیورسٹی لاہور

گورنمنٹ کالج یونیورسٹی لاہور برعظیم پاک و ہند کا انتہائی معروف ادارہ ہے، جس نے اپنے قیام سے لے کر اب تک اس خطے میں حکومتی نظم و نسق چلانے والے کثیر تعداد میں لوگ تیار کیے ہیں۔ جی سی یونیورسٹی لاہور کی یہ ایک بہت اچھی روایت ہے کہ وہ مختلف اہلِ دانش حضرات کے اپنے طالبِ علموں سے مکالمے اور اُن کے خیالات سے آگاہی کے لیے مختلف نشستوں کا اہتمام کرتا ہے۔ اسی سلسلے میں حضرت اقدس مولانا مفتی شاہ عبدالخالق آزادرائے پوری مدظلہٗ مختلف مواقع پر جی سی یونیورسٹی لاہور کی مختلف علمی مجالس میں جی سی کی انتظامیہ کی دعوت پر شرکت فرما چکے ہیں، جس میں بین الاقوامی سیرت کانفرنس بھی شامل ہے۔ اس سلسلے میں ماہِ ربیع الاوّل کی مناسبت سے مجلس علومِ اسلامیہ شعبہ اسلامک سٹڈیز کے کوآرڈینیٹر ڈاکٹر فاروق حیدر اور صدر شعبہ ڈاکٹر حافظ محمد نعیم نے حضرت اقدس آزاد رائے پوری مدظلہٗ کو مؤرخہ 19/ نومبر 2018ء کو ''سیرت رسول اکرمؐ اور ہماری ذمہ داریاں'' کے موضوع پر اظہارِ خیال کے لیے دعوت دی۔ اس نشست کی صدارت جناب پروفیسر ڈاکٹر اقبال شاہد ڈین فیکلٹی آف لینگویجز اسلامک اینڈ اورینٹل لرننگ نے کی۔ یہ نشست فضل حسین ریڈنگ ہال میں منعقد ہوئی، جس میں اساتذہ، طلبا و طالبات کی کثیر تعداد نے شرکت کی اور ہال میں موجود نشستوں کے علاوہ طلبا و طالبات کی کثیر تعداد نے کھڑے ہو کر لیکچر سنا۔

حضرت آزادرائے پوری مدظلہٗ نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ: ''آج ہمیں اپنی سماجی تشکیل کے لیے نبی اکرمؐ کی حیاتِ مبارکہ سے رہنمائی لینے کی ضرورت ہے کہ کس طرح حضرت نبی اکرمؐ نے مواخاتِ مدینہ اور میثاقِ مدینہ کے ذریعے سے معاشرے کی تشکیل کی۔'' حضرت آزادرائے پوری مدظلہٗ نے مزید فرمایا کہ: ''آج ہمیں ریاستِ مدینہ کے ماڈل کی بڑی سنجیدگی کے ساتھ مطالعے کی ضرورت ہے اور ہمیں ریاستِ مدینہ کے ماڈل میں سب سے پہلے آزادی کے شعور کو سمجھنا ہے کہ ہماری ریاست کے فیصلے ہم خود کریں۔ کسی کی ڈکٹیشن پر ریاست فیصلے نہ کرے۔'' طالبِ علموں سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا کہ: ''آج ہمیں باشعور بننا ہے۔ جذباتیت، فرقہ واریت، تشدد، توڑ پھوڑ اور گھیراؤ جلاؤ کی سیاست اور جذبات سے نکلنا ہے۔''

بعدازیں صدرِ مجلس جناب پروفیسر ڈاکٹر اقبال شاہد نے مہمانِ خصوصی حضرت آزاد رائے پوری مدظلہٗ، صدر شعبہ علومِ اسلامیہ پروفیسر ڈاکٹر حافظ محمد نعیم اور مجلس علومِ اسلامیہ کے کوآرڈینیٹر پروفیسر ڈاکٹر فاروق حیدر کا شکریہ اور مبارک باد پیش کی۔ اور حضرت آزاد رائے پوری مدظلہٗ کے خیالات و افکار کو عصرِ حاضر کی ضرورت قرار دیا اور حکومت پر زور دیا کہ: ''اگر وہ واقعتاً ریاستِ مدینہ کے ماڈل پر کام کرنا چاہتی ہے تو وہ حضرت آزاد رائے پوری مدظلہٗ سے استفادہ کرے۔''

آخر میں صدر شعبہ پروفیسر ڈاکٹر حافظ محمد نعیم نے تمام مہمانانِ گرامی بالخصوص حضرت اقدس آزادرائے پوری مدظلہٗ، پروفیسر ڈاکٹر اقبال شاہد، ڈاکٹر فاروق حیدر اور پروفیسر شاہ زیب خان صاحب کا شکریہ ادا کیا۔ اپنے اس عزم کا ارادہ کیا کہ وہ اس طرح کی مجالس کا اہتمام کرتے رہیں گے۔ اور حضرت آزادرائے پوری مدظلہٗ سے اپنی اس خواہش کا اظہار کیا کہ انھیں امید ہے کہ حضرت آزادرائے پوری مدظلہٗ اُن کی دعوت پر گورنمنٹ کالج لاہور میں تشریف لاتے رہیں گے۔ اور ساتھ ہی ساتھ اس بات کا بھی اعلان کیا کہ عنقریب وہ حضرت آزادرائے پوری مدظلہٗ کے ساتھ سوال و جواب کی ایک بھرپور نشست رکھیں گے۔ کیوں کہ آج کی نشست میں وقت کی کمی کے باعث طلبا و طالبات اپنے سوالات مکمل نہ کر پائے تھے۔ آخر میں حضرت آزادرائے پوری مدظلہٗ کو مجلس علومِ اسلامیہ کی طرف سے یادگاری شیلڈ پیش کی گئی اور گلدستہ پیش کیا گیا۔ بعد ازاں تمام مہمانوں کی چائے کے ساتھ تواضع کی گئی۔

افتتاحی کلاس ''حُجَّةُ اللّٰهِ الْبَالِغَه'' راولپنڈی، جھنگ

ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور الحمدللہ! اپنے قیام 2001ء سے ہی قرآنی علوم و افکار کی اشاعت و ترویج میں اپنا کردار ادا کرتا چلا آ رہا ہے۔ اور پورے ملک میں ہفت روزہ، پندرہ روزہ اور ماہانہ بنیادوں پر علومِ قرآنیہ کورسز کروا رہا ہے۔ اور اسی تربیتی عمل کی اشاعت میں توسیع کے لیے ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ کے ملک بھر میں ریجنل کیمپسز بھی کام کر رہے ہیں۔ ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ ولی اللّٰہی علوم و افکار پر بالخصوص دورِ حاضر کے تقاضوں کے مطابق شعور و آگہی کے لیے کام کر رہا ہے۔ جب بات ولی اللّٰہی علوم و افکار کی ہو تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی شہرۂ آفاق کتاب ''حُجَّةُ اللّٰهِ الْبَالِغَه'' کا تذکرہ نہ ہو۔ الحمدللہ! اس وقت مختلف جگہوں پر ''حُجَّةُ اللّٰهِ الْبَالِغَه'' کا درس جاری ہے، جس میں ملتان میں ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن مدظلہٗ، بورے والا میں مفتی عبدالمتین نعمانی مدظلہٗ، پشاور میں مفتی محمد مختار حسن مدظلہٗ، چشتیاں، بہاول نگر اور بہاول پور میں مفتی عبدالقدیر مدظلہٗ، کراچی میں مولانا عطاء الرحمٰن شیرازی مدظلہٗ اور لاہور مین کیمپس میں حضرت اقدس مولانا مفتی شاہ عبدالخالق آزاد رائے پوری مدظلہٗ ہفت روزہ ''حُجَّةُ اللّٰهِ الْبَالِغَه'' کا درس ارشاد فرما رہے ہیں۔

ماہ نومبر 2018ء کی 3/ تاریخ کو حضرت اقدس آزادرائے پوری مدظلہٗ نے ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ راولپنڈی کیمپس میں ''حُجَّةُ اللّٰهِ الْبَالِغَه'' کی ہفت روزہ کلاس کا افتتاح فرمایا، جس میں کثیر احباب شریک ہوئے۔ ''حُجَّةُ اللّٰهِ الْبَالِغَه'' کا ہفت روزہ درس ادارہ رحیمیہ راولپنڈی کیمپس میں مولانا ڈاکٹر تاج افسر مدظلہٗ دیا کریں گے۔

مؤرخہ 15/ نومبر 2018ء کو جھنگ میں بھی حضرت اقدس مولانا مفتی عبدالخالق آزادرائے پوری مدظلہٗ نے ''حُجَّةُ اللّٰهِ الْبَالِغَه'' کی ہفت روزہ کلاس کا افتتاح فرمایا۔ اس تقریب میں بھی احباب نے کثرت سے شرکت کی۔ جھنگ میں ہفت روزہ کلاس مولانا ڈاکٹر محمد ناصر عبدالعزیز مدظلہٗ پڑھایا کریں گے۔

Monthly RAHIMIA Lahore CPL No. 59

خبرِ غم — مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری

حضرت حاجی عبدالوہاب خاںؒ کا سانحۂ ارتحال

رائے ونڈ مرکز میں امیرِ تبلیغ حضرت حاجی عبدالوہاب خاںؒ کا مؤرخہ ۹ ربیع الاوّل ۱۴۴۰ھ/ 18 نومبر 2018ء کو انتقال ہوگیا۔ حاجی صاحبؒ حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کے مرید اور حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالعزیز رائے پوریؒ کے قریبی عزیز تھے۔ ان کی پیدائش یکم جنوری 1923ء کو مشائخ رائے پور کے آبائی گاؤں گمتھلہ ضلع کرنال (تب پنجاب) میں ہوئی۔ ان کے والدِ گرامی حافظ محمد عاشق گمتھلوی بھی حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ سے مرید تھے۔ انھوں نے ابتدائی تعلیم اپنے آبائی گاؤں میں حاصل کی۔ لاہور میں اسلامیہ کالج ریلوے روڈ سے گریجویشن کیا۔ پھر تحصیل دار کی حیثیت سے سرکاری ملازمت اختیار کی، لیکن کچھ ہی عرصے بعد تبلیغی جماعت سے وابستگی ہوئی تو سرکاری ملازمت چھوڑ کر تبلیغِ دین کے لیے وقف ہوکر رہ گئے۔ اس میں اس قدر انہماک بڑھا کہ اپنا گھر بار چھوڑ دیا اور دنیاوی امور سے کنارہ کشی اختیار کرلی، تو ان کے والد گرامی حافظ محمد عاشق نے حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ سے ان کی شکایت کی کہ یہ اپنے اہلِ خانہ اور دیگر دنیاوی امور کی طرف بالکل متوجہ نہیں ہیں۔ ہر وقت تبلیغ میں مصروف رہتے ہیں۔ اس پر حضرت رائے پوری ثانیؒ نے فرمایا کہ: ''یہ ایک طرف کا آدمی ہے۔ یہ جس طرف بھی لگے گا، انتہا پر جائے گا۔ اسے یہاں سے ہٹا کر دنیا کے کاموں میں لگاؤ گے تو دوسری انتہا پر پہنچ جائے گا۔ اس لیے مناسب ہے کہ اسے دین کی طرف لگا رہنے دو۔'' چناں چہ حاجی صاحبؒ نے دنیا کے دیگر کاموں سے منہ موڑ کر صرف حضرت مولانا محمد الیاس دہلویؒ کی طے کردہ دعوتِ دین کے فروغ میں اپنا تن، من، دھن اس طرح لگا دیا کہ کوئی دنیاوی مفاد اور لالچ پیش نظر نہیں رہا۔ اور اس حوالے سے انتہائی مخلصانہ کردار ادا کیا۔

حضرت حاجی صاحبؒ کا مشائخ رائے پور سے بڑا تعلق رہا ہے۔ وہ ان حضرات سے خاندانی رشتے داری اور نسبت بھی رکھتے تھے۔ چناں چہ حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کی حیاتِ مبارکہ میں اُن کی خدمت میں حاضری دیتے تھے۔ اس حوالے سے اپنی اکثر مجالس میں حضرت رائے پوری ثانیؒ کے بہت سے واقعات سنایا کرتے تھے۔ حضرتؒ کے وصال کے بعد اُن کے جانشین حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالعزیز رائے پوریؒ سے زیارت اور ملاقات کے لیے سرگودھا تشریف لاتے رہے۔ اسی طرح حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ سے بھی احترام کا رشتہ رکھتے تھے۔ چناں چہ حضرت اقدس رائے پوری رابعؒ کے وصال کے موقع پر حاجی صاحبؒ خود سفرِ حج پر تھے، اس لیے حضرتؒ کے جنازے میں شرکت کے لیے انھوں نے خاص طور پر رائے ونڈ مرکز میں مقیم حضرت مولانا نذر الرحمٰن کو بھیجا اور انھوں نے حاجی صاحبؒ کی نمائندگی کی۔ اللہ تعالیٰ اُن کے درجات کو بلند فرمائے، ان کی لغزشوں اور کوتاہیوں سے درگزر فرمائے اور جنت الفردوس نصیب فرمائے۔ آمین!

دینی مسائل

اس صفحے پر قارئین کے سوالات کے جوابات دیے جاتے ہیں!

از حضرت مفتی عبدالقدیر — شعبۂ دارالافتا ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور

سوال مجھے عقیقہ سے متعلق چند سوالات کے جوابات مطلوب ہیں:

1۔ عقیقہ کرنا واجب ہے یا سنت؟

2۔ بچے اور بچیوں کی طرف سے عقیقے کا ایک ہی حکم ہے یا علاحدہ علاحدہ؟

3۔ عقیقہ مشہور یہ ہے کہ ایک جان دینا ضروری ہے۔ کیا ایک بڑے جانور میں عقیقے کی نیت سے حصص نہیں رکھے جاسکتے؟

4۔ عقیقہ کرنے کا مسنون وقت کون سا ہے؟

5۔ اگر ماں باپ کا خود عقیقہ نہ ہوا ہو تو کیا وہ اپنی اولاد کا عقیقہ ادا کرسکتے ہیں یا نہیں؟

6۔ عقیقہ ادا کرنے میں قربانی کی طرح جانوروں کی عمر کا اعتبار کرنا کیا ضروی ہے؟

7۔ کیا بچے کے بالغ ہونے کے بعد بھی اس کا عقیقہ دیا جاسکتا ہے؟

8۔ کیا اگر کوئی شخص بغیر عقیقہ کے فوت ہوجائے، اس کا عقیقہ مرنے کے بعد بھی دیا جاسکتا ہے؟

محمد شاہد، حافظ آباد

جواب 1۔ عقیقہ کرنا واجب نہیں، سنت ہے۔ اگر وسعت ہو تو عقیقہ کرنا اولیٰ ہے۔

2،3۔ عقیقے میں لڑکے کی طرف سے دو بکرے اور لڑکی کی طرف سے ایک بکرا افضل ہے یا بڑے جانور میں لڑکے کی طرف سے دو حصے اور لڑکی کی طرف سے ایک حصہ مستحب ہے۔ اگر کوئی دو حصوں کی وسعت نہ رکھے تو لڑکے کی طرف سے بھی ایک چھوٹا جانور یا بڑے جانور میں سے ایک حصہ دیا جاسکتا ہے۔

4۔ عقیقہ ادا کرنے کا مستحب وقت بچے کی پیدائش کے بعد ساتویں روز ہے۔ اگر ساتویں روز کوئی عقیقہ نہ کرسکا تو چودھویں روز یا اکیسویں روز عقیقہ کردے۔ اگر مندرجہ بالا ایام کے علاوہ عقیقہ ادا کیا تو عقیقہ ہوجاتا ہے، مگر مستحب عمل نہیں رہتا۔

5۔ اگر ماں باپ کا عقیقہ نہ ہوا ہو، تب بھی وہ اپنی اولاد کا عقیقہ دے سکتے ہیں۔

6۔ عقیقے کا حکم قربانی کی مانند ہے۔ یعنی جو شرائط قربانی کے جانور میں ضروری ہیں (مثلاً گائے، بیل اور بھینس وغیرہ کی عمر دو سال، بکرا بکری وغیرہ کی عمر ایک سال، اونٹ کی عمر پانچ سال)، وہی شرائط عقیقے کے جانور کے لیے بھی ضروری ہیں۔ اسی طرح دُنبہ/ چھترا قربانی کی طرح چھ ماہ کا دیا جاسکتا ہے، جب کہ سال والوں کے برابر ہو۔

7۔ عقیقہ ادا کرنے میں وقت کی کوئی شرط نہیں۔ زندگی بھر میں جب بھی عقیقے کی گنجائش ہو، اُسی وقت عقیقہ کیا جاسکتا ہے۔

8۔ اگر کوئی شخص بغیر عقیقہ ادا کرنے کے فوت ہوجائے تو اس کے مرنے کے بعد بھی اس کی طرف سے عقیقہ کیا جاسکتا ہے۔

مدیرِ اعلیٰ مفتی عبدالخالق آزاد طابع و ناشر نے اے۔ جے پرنٹرز 28/A نسبت روڈ لاہور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ ''رحیمیہ''، رحیمیہ ہاؤس 33/A کوئینز روڈ لاہور سے جاری کیا۔

www.rahimia.org